وھب راسبی کو اپنا امیر مقرر کیا۔ مصالحت کمیٹی سے فتنہ روکنے والا فیصلہ نہ ہو سکا، تو حضرت علی ﷛ نے شام کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ کیا، تاکہ انہیں اطاعت پر مجبور کیا جائے۔ لیکن خوارج لوگوں کا خون بہانے لگے۔ انہوں نے عبداللہ بن خباب کو قتل کیا، ان کی حاملہ لونڈی کا پیٹ چیر کر مار ڈالا۔ حضرت علی ﷛ نے ان سے قاتل کی سپردگی کا مطالبہ کیا تو انہوں نے کہا: ہم سب نے قتل کیا ہے۔ انہیں توبہ کر کے امن سے رہنے کا حکم دیا تو انکار کرتے ہوئے حضرت علی ﷛ اور مصالحت پر آمادہ ہونے والوں کو کافر قرار دیا۔

اب حضرت علی ﷛ نے اپنی فوج کو ان سے جنگ کی ترغیب دی اور احادیث نبویہ پیش کیں۔

معرکہ نہروان برپا ہوا، جس میں خوارج کی غالب اکثریت قتل ہوگئی، جن میں رسول اللہ ﷺ کے بیان کردہ خاص نشانی والا خارجی بھی شامل تھا۔ اس کے بعد خوارج خاموش ہوگئے، یہاں تک کہ ابن ملجم خارجی نے حضرت علی ﷛ کو شہید کر دیا۔ اس فتنے کے نتائج:

{1} مسلمانوں کے اندر اختلاف برپا ہوا کہ خوارج حضرت علی ﷛ سے الگ ہوگئے۔

{2} مسلمانوں کا خون بہانا حلال سمجھا گیا اور امت میں خانہ جنگی ہوئی۔

{3} مسلمانوں کی تکفیر اور افضل شخصیتوں پر طعن ہونے لگا۔

{4} بہت سے جاہلوں نے خوارج کا نظریہ اختیار کیا اور وہ مختلف مواقع پر ظاہر ہوتے رہے۔ مثلاً ازارقہ، نکدات، اباضیہ، صفریہ وغیرہ۔ جن کے ہاتھوں بڑے بڑے فتنے اور جنگیں ہوئیں۔

{5} اس وقت کی افضل شخصیت حضرت علی ﷛ شہید کیے گئے۔

گاڑی کی ایجاد

1672ء میں پادری فرڈی ننیڈ وربیسٹس Verbiests نے بھاپ سے چلنے والا ایک کھلونا بنایا تھا۔

1769ء میں فرانسیسی انجینیر نکولاس جوزف کگ نوٹ Cugnot نے بھاپ سے چلنے والا ٹریکٹر بنایا۔

1770ء میں اس نے 3 پہیوں والی گاڑی بنائی، جس پر 4 آدمی بیٹھ سکتے تھے، یہ بھاپ کے انجن سے چلتی تھی، اس کی رفتار 2.5 میل فی گھنٹہ تھی۔ اس کار کا نام فرڈیئر Fardier تھا۔

[آفاق انسائیکلوپیڈیا لاہور جلد1 شمارہ95]

﴿عَلَّمَ الاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾

رسول اللہ ﷺ کا منہج تعلیم وتربیت

ڈاکٹر سہیل حسن ترتیب وتلخیص: شریف موسیٰ

ڈائریکٹر دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ﴾ ''اور وہ (محمد ﷺ) ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔''

اللہ کے رسول ﷺ دنیا میں تشریف لائے تو معاشرہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کو اسلام کی تعلیم دے کر ایسی تربیت فرمائی کہ وہ دنیا کا مثالی معاشرہ بن گیا۔ جس کے لیے آپ ﷺ نے درج ذیل منہج تعلیم وتربیت کا اختیار فرمایا:

۱۔ صبر وبرداشت: نیک مقاصد کے حصول کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹوں، مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب تک صبر سے کام نہ لیا جائے کوئی مشن کامیاب نہیں ہوتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا: ﴿فَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ۝﴾ ''صبر کیجئے آپ کا صبر اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ ہوگا اور آپ ان پر غم نہ کیجئے اور نہ آپ ان کے مکر پر تنگی میں پڑیئے!''

غنیمت کی تقسیم کے ایک موقع پر عبداللہ بن ذوالخویصرۃ نامی شخص نے آپ ﷺ پر اعتراض کیا کہ آپ نے انصاف نہیں کیا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے اس پر صبر کیا اور فرمایا: '' تجھے افسوس! پھر تو کون عدل کرنے والا ہے، اگر میں عدل نہ کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے قتل کی اجازت مانگی، مگر آپ نے اجازت نہ دی، بلکہ تعلیم دین کی عظیم مصلحت کی خاطر صبر وتحمل سے کام لیا۔ [بخاری ح:٦٩٣٣]

۲۔ خصوصی خطاب: جب کوئی واقعہ پیش آتا اور اس کی اصلاح مقصود ہوتی تو آپ کسی کا نام لیے بغیر متعلقہ افراد سے خطاب فرماتے اور عمومی بات کرتے: ''مَا بالُ الناس يفعلون كذا و كذا ......'' کیا بات ہے کہ لوگ ایسا کرتے ہیں اور اس بات کا ذکر کرتے جس کی اصلاح مقصود ہوتی لیکن کسی کا نام نہیں لیتے کہ فلان نے ایسا کیا ہے۔

عید کے موقع پر مردوں کو وعظ کرنے کے بعد خواتین کو خصوصی خطاب فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ خواتین تک آپ ﷺ کی آواز صحیح نہیں پہنچی ہے۔ صنف نازک کی تعلیم وتربیت بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

إنّ الأمّ مدرسةٌ إنْ أعددتَها أعددتَ شعبًا طيبَ الأعراقِ

۳۔ **مردم شناسی اور اہل فرد کا انتخاب:** اسلامی ریاست کے لیے اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچانے اور اس کے انتظام وانصرام کے لیے اہل افراد کی ضرورت ہوتی ہے، جن کے انتخاب کے بعد مخصوص انداز میں ان کی تربیت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ اس سلسلے میں مردم شناس تھے اور اہل افراد کا انتخاب فرماتے تھے۔

ذخیرہ احادیث میں جا بجا یہ بات ملتی ہے کہ آپ ﷺ کی صحبت میں اکثر و بیشتر ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم ہوتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ احد پہاڑ پر آپ ﷺ، ابو بکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ چڑھ گئے۔ پہاڑ نے ہلنا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''احد پہاڑ! ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' جس کا مطلب ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو قیادت کے لیے منتخب کر کے ان کی خاص تربیت فرمائی۔

سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہر کام کے لیے اہل اور باصلاحیت افراد کو ہی منتخب کیا، کبھی اقربا پروری نہیں کی، بلکہ میرٹ کو اولین ترجیح دی۔ جس کا مقصد امت کی درست تربیت تھا۔

آپ ﷺ نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو فوج کی قیادت کے لیے منتخب کیا، حالانکہ بڑے بڑے صحابہ موجود تھے۔ لیکن اس مہم کے لیے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ہی سب سے اہل اور موزون سمجھا، کیونکہ غزوہ موتہ کے شہید سپہ سالاروں کی اولاد میں سے وہی زیادہ مناسب تھے۔ باپ کا بدلہ لینے کے لیے اس کو سالار مقرر فرمایا تھا، پھر وہ فاتحانہ شان سے آیا۔

علاوہ ازیں اس میں یہ حکمت بھی کارفرما تھی کہ قیادت کو مرحلہ وار نوجوانوں کی طرف منتقل کرنے کے لیے اہل نوجوانوں کی تربیت کی جائے اور امت میں کچھ بڑے ہی ہر کام پر مسلط نہ رہیں۔ اس سے بعض دفعہ معاشرے میں قیادت کے فقدان کی بحرانی کیفیت پیدا ہو سکتی ہے، جو امت میں انتشار کا باعث بنتا ہے۔

۴۔ **تدریج:** انسانی فطرت کسی نئی چیز کو فوراً قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتی اور نہ ہی بہت ساری اصلاحات ایک ساتھ قبول کرتی ہے۔ اسے آہستہ آہستہ اس طرف لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے بھی اپنی تعلیم و تربیت میں اس پہلو کا خاص خیال رکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے زیادہ اہم معاملات کی تعلیم و تربیت سے دعوت کا آغاز فرمایا۔ سب سے پہلے عقیدہ توحید، پھر فرائض پھر تدریجاً دیگر اسلامی احکام کی تعلیم دی۔

شراب عربوں کی گھٹی میں ملی ہوئی تھی، لہٰذا آپ ﷺ نے اسے یک دم منع نہیں کیا، بلکہ تدریج کے ساتھ حرام کیا۔

اسی طرح جہاد کا حکم بھی تدریج کے ساتھ دیا گیا۔ ﴿کفوا أیدیکم﴾ پھر حکم ہوا ﴿وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم﴾ [البقرۃ ۱۹۰] پھر حکم ہوا: ﴿قاتلوا الذین یلونکم من الکفار﴾ آخر میں حکم ہوا: ﴿وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ﴾ اسی طرح سود کی حرمت بھی بتدریج ہوئی۔

۵۔ قائد/لیڈر تیار کرنا نہ کہ غلام:

تعلیم وتربیت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے یہ سوالات ذہن میں خود بخود ابھرتے ہیں:

کیا ہم تعلیم وتربیت کے ذریعے ایسے ''اہل علم'' تیار کر رہے ہیں، جو خود استنباط، استخراج اور نت نئے مسائل کا حل نکال سکیں، یا صرف ایسے افراد تیار کر رہے ہیں جو اساتذہ کی ہر بات کو بلا تأمل اور بعض دفعہ مطلب ومقصد سمجھے بغیر قبول کر رہے ہوتے ہیں؟!

کیا ہماری تعلیم وتربیت کا مقصد طلبہ میں غور وفکر اور تخلیقی صلاحیت پیدا کرنا ہے؟

کیا طلباء میں شرعی نصوص سے احکام استنباط کرنے کا ملکہ اور نصوص کے مابین ظاہری تضاد میں جمع کرنے کی اہلیت پیدا کرنا ہے؟

کیا ہمارا یہ ہدف ہے کہ طلبہ اس قابل ہو جائیں کہ وہ شرعی نصوص کی روشنی میں جدید مسائل کا حل پیش کر سکیں؟

ہمارے موجودہ نظام تعلیم وتربیت پر نظر دوڑائی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ہم طلباء کو محض معلومات ہی دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور اس وقت اطمینان وراحت محسوس کرتے ہیں جب ہم معلومات کا انبار طالبعلم کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ اور امتحان میں طلباء کی کامیابی کا پیمانہ یہی ہے کہ طلبہ نے کتنے معلومات یاد کی ہیں۔ اسی کی بنیاد پر کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

بڑی حد تک یہ ضروری بھی ہے؛ لیکن تعلیم وتربیت کا پورا زور اس طرز تعلیم وتعلم پر صرف کرنے سے ایسے افراد تیار ہوتے ہیں، جو مسائل اور معلومات یاد کرتے ہیں، پھر اسی تیزی کے ساتھ بھلا دیتے ہیں۔ یا اپنے اساتذہ کا سایہ بن جاتے ہیں۔ بھوکے کو ایک مچھلی دینے سے اس کو شکار سکھانا بہتر ہے۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیم وتربیت کا انداز کچھ اور تھا۔ آپ ﷺ محض معلومات فراہم کرنے پر اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ ان میں غور وفکر کا ملکہ اور تخلیقی صلاحیت پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے صحابہ میں ایسے علماء وفقہاء اور قائدین پیدا ہوئے، جو نت نئے علمی وانتظامی مسائل سے نہ گھبرائے، بلکہ اللہ کے نبی ﷺ کی دی ہوئی تربیت کو بروئے کار لاتے

ہوئے انہوں نے ان تمام مسائل کا حل پیش کیا۔مثلاً انہوں نے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے جیل خانے قائم کیے،قرآن جمع کیا،مرتدین کے خلاف جہاد کیا اور بہت سے مسائل کا بہترین حل پیش کیا۔

اگر اللہ کے نبی ﷺ نے ان کو اس انداز میں تعلیم و تربیت نہ دی ہوتی تو ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔

جب شاہ فارس نے مذاکرات کے لیے بلایا تو آپ ﷺ نے ربعی بن عامر ؓ کو بھیجا حالانکہ وہ قائد نہیں تھا، ایک عام سپاہی تھا۔اہل فارس نے استقبال کی پوری تیاری کی اور بڑی شان وشوکت سے بادشاہ کا دربار سجایا۔

حضرت ربعی بن عامر ؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اسلحہ لے کر روانہ ہوا۔دربار میں پہنچے تو انہوں نے روک کر اسلحہ اتارنے کو کہا۔حضرت ربعی بن عامر ؓ نے کہا: نہیں، میں خود نہیں آیا تم نے بلایا ہے، اسلحہ لے کر جاؤں گا۔ چنانچہ وہ ان کی قالینوں پر گھوڑا دوڑاتا ہوا گیا۔لوگ تعجب سے دیکھتے رہے۔آپ نے ان کے تکیوں سے گھوڑے کو باندھا۔بادشاہ نے پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ آپ نے وہ تاریخی جملہ کہا:

"جئنا لنُخرِجَ العبادَ مِن عبادةِ العبادِ إلى عبادةِ رَبِّ الْعِبَادِ"

بادشاہ کے درباریوں نے کہا: بدسلیقہ اور بدتہذیب ہے۔بادشاہ نے کہا نہیں، اس کی بات کو دیکھو کتنی قوت ہے!

اس واقعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح آپ ﷺ نے صحابہ ؓ کی تربیت کی تھی کہ نئے پیش آنے والے مسائل سے کیسے نبرد آزما ہونا ہے۔آپ ﷺ کی تعلیم وتربیت تھی کہ ایک سپاہی کو قائد بنا دیا جو اللہ کے نبی ﷺ کی دی ہوئی تعلیمات کی روشنی میں قائدانہ گفتگو کرنے لگا اور بادشاہ اس کی قوت گویائی اور بات کی گہرائی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

۶۔ **انفرادی واجتماعی رہنمائی:** انسانی رویوں کے بہت سے پہلو ایسے ہوتے ہیں، جن کو انفرادی طور پر اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، اور عام لوگوں کے سامنے پیش کرنا مناسب نہیں ہوتا، کیونکہ وہ یا ایک فرد کا انفرادی مسئلہ ہوتا ہے عام لوگوں سے اس کا تعلق نہیں ہوتا، یا اس معاملے کی اجتماعی اصلاح کی کوشش سے فائدہ سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔لیکن بعض پہلو ایسے ہوتے ہیں جن کی اجتماعی اصلاح مطلوب ہوتی ہے۔اسے عام لوگوں کے سامنے زیر بحث لا کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ایک کامیاب مربی ہر دو پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے تربیت ورہنمائی فراہم کرتا ہے۔

آپ ﷺ ان دونوں پہلوؤں کا خیال رکھتے ہوئے انتہائی شفقت اور انسیت کے ساتھ افراد کی انفرادی اور اجتماعی تعلیم وتربیت اور رہنمائی کا اہتمام فرماتے تھے۔

حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: "علمَني رسولُ الله ﷺ التشهدَ وكان كفي بينَ كفيه"

حضرت معاذؓ فرماتا ہے: كُنتُ رديفَ النبي ﷺ على حمار فقال:" يامعاذ !أ تدري ماحقُّ اللهِ على العبادِ؟ وماحقُّ العبادِ على اللهِ؟"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے ایک عورت سے نکاح کیا، لیکن وہ زیادہ وقت عبادت میں گزارتے تھے۔ بیوی نے شکایت کی تو آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کو بلایا اور اس کے ساتھ روزہ، ختم قرآن اور قیام اللیل کے متعلق لمبی گفتگو فرمائی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن قائم کرنے کی تعلیم دی۔

اسی طرح آپ ﷺ کی اجتماعی توجیہ و رہنمائی ملاحظہ فرمائیے کہ تین صحابیؓ حضرت عائشہؓ کے پاس آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی گھریلو اعمال و عبادت سے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے شب و روز کے اعمال بتادیے۔ ان لوگوں نے اس کو کم سمجھتے ہوئے کہا: اللہ کے نبی ﷺ کو زیادہ عبادت کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ آپ کے سارے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔ ہمیں زیادہ عمل کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک نے کہا: میں نکاح نہیں کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ اور تیسرے نے کہا: کبھی بستر میں نہیں سوؤں گا۔

آپ ﷺ کو اس کا علم ہوا تو منبر پر چڑھے اور فرمایا:"مابالُ قومٍ قالوا كذا وكذا ،لكني أصلي وأنام، وأصومُ وأفطرُ ،وأتزوجُ النساءَ، فمَن رغبَ عَن سنتي فليسَ مِني "

زکوۃ جمع کرنے کے لیے ایک شخص کو بھیجا تھا، اس نے کہا" هـذا لكـم وهـذاأهدي إليّ" پھر منبر پر چڑھے اور خطاب فرمایا:" مابالُ العاملِ نبعثُه فيأتي يقولُ:هذا لک وهذالي ،فهلّا جلسَ في بيتِ أبيه وأمهِ فينظرَ أ يُهدى له أم لا؟ والذي نفسي بيدهِ لايأتي بشئ إلا جاءَ به يومَ القيامةِ يحملُه على رقبتِه ، إن كانَ بعيرًا لهارُغاءٌ أو بقرةً لها خُوارٌ أوشاة تيعَرُ" ثم رفعَ يديهِ حتىّٰ رأينا عُفرتي أبطيْهِ:"ألا هل بلغتُ!!"ثلاثًا. "کیا معاملہ ہے کہ عامل آ کر کہتا ہے: یہ آپ کا حصہ ہے اور یہ مجھے تحفے میں دیا گیا ہے۔ تو کیوں نہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھا رہا، کہ اسے نظر آتا کہ اسے تحفہ دیا جاتا ہے کہ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے مبارک ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، جو بھی چیز اس طرح حاصل کرے گا، روز قیامت وہ اس چیز کو اپنی گردن پر اٹھا کر لائے گا: اگر وہ اونٹ ہو تو وہ بلبلا رہا ہوگا، یا گائے ہو تو چیخ رہی ہوگی، یا بکری ہو تو ممیا رہی ہوگی۔"

پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند فرمائے حتی کہ ہم نے آپ ﷺ کے بغل کی سفیدی تک دیکھ لیا، پھر ارشاد فرمایا:"خبردار! کیا میں نے یہ بات تمہیں پہنچادی!"

اس طرح آپ ﷺ نے تا قیامت سرکاری ملازمین کے لیے ایک منہج طے کر دیا اور ان کی رہنمائی فرمائی کہ وہ اپنے جائز اجرت کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ باقی سب سرکاری خزانے میں جمع کیا جائے۔

۷۔ کام میں شراکت اور تحمل مسؤلیت کی تربیت: دور حاضر میں میں نسل نو کو اس انداز میں پروان چڑھایا جا رہا ہے کہ وہ گھر میں آرام سے بیٹھا ہوا ہوتا ہے، اور اس کا کھانا پینا سب اس کے سامنے حاضر ہو جاتا ہے۔ اس کی کمرے کی سیٹنگ اور کپڑا دھونا سب گھر والوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس طرز عمل سے ست اور احساس مسؤلیت سے عاری افراد کی کھیپ تیار ہو رہی ہے۔

تعلیمی اداروں میں طلباء فکری کاہلی وسستی کے شکار ہیں۔ طلباء کا کردار محض بغیر کسی محنت کے تیار معلومات کو حاصل کرنا رہ گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ اگر کسی طالب علم کو اسائنمنٹ دے یا کوئی مقالہ لکھنے کے لیے کہا جائے، تو اس کے مراجع اور مصادر مخصوص کرنے کے علاوہ متعلقہ کتابوں کے صفحات بھی بتانا پڑتے ہیں۔

اگر ہم محنتی نسل تیار کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں شروع سے ہی ان میں مشارکت اور تحمل مسؤلیت کی عادت ڈالنی ہوگی۔ مثلاً گھر میں اپنے معاملات کا ذمہ دار ہو، اپنا کام خود کرے اور تعلیمی اداروں میں علم حاصل کرنے کے لیے طالب علم خود محنت کرنے کا عادی بنے۔ دور حاضر کی تعلیم وتربیت کے ذمہ داروں پر لازم ہے کہ طلباء کے ہاتھ پکڑیں اور ان کو بنی بنائی پیش کرنے کے پروگراموں سے آگے بڑھ کر ان میں احساس مسؤلیت پیدا کرنے کی کوشش کریں، تاکہ وہ ہمیشہ دوسروں کے مرہون منت نہ رہیں۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ جو تعلیمی اور تربیتی پروگرام ان طلباء کے لیے پیش کی جاتی ہے، ان میں طلباء کا کردار اور ان کی رائے بھی شامل ہو۔

ہم جب مربی اول ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو بات واضح ہوتی ہے کہ آپ لوگوں کو اس بات کی تعلیم دیتے تھے کہ معاشرہ کے اجتماعی معاملات کی انجام دہی ایک یا دو افراد کی ذمہ داری نہیں ہے، بلکہ سب کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا ہر شخص اپنی اپنی مسؤلیت وذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے اپنا کردار ادا کرے۔

عن النعمان بن بشیر ﷺقال قال النبی ﷺ :"مثلُ المُداهِن فی حدودِ اللہ والواقعِ فیها مثلُ قومٍ استهمُوا سفينةً ،فصارَ بعضُهم في أسفلِها وصارَ بعضُهم أعلاها فكانَ الذينَ في أسفلِها يمرُّونَ بالماءِ على الذين في أعلاها فتأذَّوا بهِ ،فأخذَ فأسًا فجعلَ ينقرُ أسفلَ السفينةِ ، فأتوه فقالوا مالکَ؟قال: تأذيتُم بي، ولابُدّ لي مِن الماءِ ،فإن أخذُوا علٰى يديهِ أنجوهُ ونَجّوا أنفسَهم